اسلام اور حقوق نسواں

(فرمودہ ۱۵- اکتوبر ۱۹۲۱ء) ۱؎

خطبہ مسنونہ کی تلاوت کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے فرمایا :

اسلام کے رستہ میں جو عظیم روکیں ہیں اور جن کو اب تک نہ مسلمانوں نے سمجھا ہے نہ مسلمان مبلغوں نے پوری طرح ان کی چھان بین کی ہے۔ ان میں سے ایک مسئلہ عورت اور مرد کے حقوق اور ان کے فرائض کا ہے۔ میرے نزدیک اسلام کے رستہ میں کوئی بھی مذہب حائل نہیں۔ (۱) خواہ وہ کتنا ہی بڑا ہو۔ آریہ مذہب بوجہ اپنی شورش، تیزی اور تندی کے یورپ کے چند فلسفیوں کی تائیدات کے سوا کچھ اثر نہیں رکھتا کیونکہ اس کی کسی حقیقت پر بنیاد نہیں دنیا ہمیشہ دو باتوں پر جمع ہوا کرتی ہے۔

۱- مادی فوائد پر۔

۲- طبعی یا روحانی فوائد پر۔

لیکن روح و مادہ کی پیدائش کا سوال ایسا نہیں جس سے دنیا کو کوئی مادی یا طبعی فائدہ ہو۔ مذہبی میدان مباحثہ میں یہ کچھ گرمی پیدا کردے تو کردے وہ بھی محض اس لئے کہ ایک پنڈت اچھا بولتا ہے یا ایک مولوی۔ مگر اس کے بعد دنیاوی تعلقات پر اس کا کچھ بھی اثر نہیں پڑتا اور علاوہ باطل ہونے کے اجتماعی اصول کے لحاظ سے اس میں کچھ بھی اہمیت نہیں۔ نہ یہ بہت سے لوگوں کو اپنے گرد جمع کرسکتا ہے نہ بہت دیر تک جمع کرسکتا ہے۔ وہی مذاہب دنیا کو اپنے گرد جمع کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں جنہوں نے دنیا میں جذبات کو اپیل کرنے والی کوئی چیز پیش کی۔

خواہ وہ جھوٹی تھی یا سچی۔ اور اب بھی جو ہیں ان کی موجودگی کی بھی یہی وجہ ہے۔ یہ اور بات ہے کہ تنقید اور امتحان میں آکر گر جائیں۔

مثلاً عیسائیت میں ایک بات ہے جو لوگوں کو کھینچتی ہے اور وہ تعلیم ہے جو مسیح کی نسبت بیان کی جاتی ہے کہ وہ دنیا کے لئے قربان ہوا۔ خواہ ایک شخص کتنا ہی پڑھا لکھا ہو۔ فلسفی ہو۔ ایم۔ اے ہو یا سائنس کے اعلیٰ ماہر اس کے سامنے مسیح کے متعلق اس ترتیب کے ساتھ واقعات لائے جاتے ہیں کہ اس کی تمام دانائی پر پردہ پڑ جاتا ہے۔ اور وہ ان سوالات پر قطعاً کوئی غور نہیں کرتا کہ کیا ایسا ہو بھی سکتا ہے یا ایسا کیا بھی جا سکتا ہے۔ اس وقت اس کے جائز یا ناجائز ہونے پر غور نہیں کرتا اور مسیح کے دامن کو پکڑ لیتا ہے پھر جب ایک دفعہ محبت ہو جائے تو اس سے پھیر دینا آسان نہیں۔ اس شخص کو ایک تسلی حاصل ہو جاتی ہے جو اگرچہ جھوٹی ہوتی ہے۔ مگر وہ اس تسلی کو دلائل کے زور سے چھوڑنا نہیں چاہتا۔ بس وہ یہی خیال کرتا ہے کہ خدایا خدا کا بیٹا آیا اور انسان کے لئے قربان ہو گیا اور اس نے میرے بھی گناہ اٹھائے مگر اس قسم کی کوئی بات آریہ مذہب میں نہیں پائی جاتی اس لئے یہ مذہب قائم رہنے والا نہیں۔ لیکن ایسے بھی مذاہب ہیں جو یہ باتیں رکھتے ہیں جن میں سے ایک عیسائیت ہی ہے۔ جس کا میں نے ذکر کیا ہے۔ مگر اس سے بھی خطرہ نہیں کیونکہ صحیح طور پر جذبات کو ابھارنے والی تعلیمات اور باتیں اسلام میں بھی ہیں اور بکثرت ہیں گو مسلمانوں نے ان کی طرف سے غفلت کی ہے اور اب خدا نے اپنے مسیح کو بھیج کر اس راز کو کھول دیا ہے اور اب مسلمانوں کے ہاتھوں میں دلائل بھی ہیں اور جذبات کو اپیل کرنے والی باتیں بھی۔ یہ دو دھاری تلوار ہے جس کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ اسلام تسلی اور مشاہدہ پیش کر سکتا ہے اور وہ سامان بھی دیتا ہے اور اس کے ساتھ دلائل بھی دیتا ہے۔ پس عیسائیت اسلام کا مقابلہ کس طرح کر سکتی ہے۔ یہی دو جارحانہ مذہب خیال کئے جاتے ہیں۔ ہندو اور عیسائی مگر عوام ہندو بالعموم اس میدان میں نہیں آتے صرف آریہ ہیں جن کو مذہب کا خلاصہ کہنا چاہئے ان کا ہندوستان میں شور ہے اور باقی دنیا میں عیسائیت اپنا جوش دکھلا رہی ہے لیکن یہ دونوں مذاہب مذہبی طور پر اسلام کے مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکتے۔

لیکن ایک اور طاقت ہے جو اسلام کے مقابلہ میں آہستہ آہستہ چھوٹے بیج کی طرح نشوونما پا رہی ہے اور وہ دنیا کی تمدنی حالت ہے۔ دنیا کی تمدنی حالت ایسی بدل گئی ہے جو اسلام کے وقت میں نہ تھی بلکہ اب یہ حالت ہوئی ہے اور لوگ ادھر آ رہے ہیں کہ آرام دہ چیزوں کو لے لو

اور تکلیف دہ کو چھوڑ دو۔ مبلغین اسلام خوش ہوتے ہیں کہ دنیا نے اب طلاق کے مسئلہ کی صداقت کو تسلیم کرلیا۔ یہ خوشی کی بات ہے کہ عیسائیت طلاق کی منکر تھی مگر اب اسی مسئلہ طلاق کو جو اسلام پیش کرتا تھا مان گئی اور اس کے صرف یہ معنے ہوں گے کہ عیسائیت کو شکست ہوگئی لیکن جو دیگر احکام اسلام ہیں اگر دنیا ان کی بھی مخالفت کرے اور ان کی مخالفت میں دنیا کو بظاہر آرام نظر آئے تو پھر ہمارے لئے کوئی خوشی کی بات نہیں رہتی۔ ہم اس بات کا یقین رکھتے ہیں کہ اسلام مفید ہے مگر غور کرو۔ دنیا نے اسلامی مسئلہ طلاق کو کب مانا اور اپنی غلطی کو کب محسوس کیا ۱۹ سو سال سے دنیا اس کے خلاف عقیدہ رکھتی تھی اور چھ سو سال پہلے نکال دیئے جائیں تو تیرہ سو سال سے اس کی مخالفت میں سرگرم تھی۔ اتنے لمبے عرصہ کے بعد اس کو اپنی غلطی محسوس ہوئی ہے۔ اسی طرح اسلام کے دوسرے احکام جو درحقیقت مفید ہیں مگر دنیا کو ان غیر مفید بلکہ نقصان دہ خیال کر رہی ہے کیا ہم انتظار کرتے رہیں گے کہ دنیا اپنے تجربہ کے بعد پھر ان مسائل کی حقانیت کی بھی قائل ہو جائے گی اور اس طرح اسلام کامیاب ہوگا۔

ان مسائل میں سے ایک عورتوں کے حقوق کا سوال بھی ہے اس لئے ہمارے عالموں اور لیکچراروں کا فرض ہے کہ وہ دنیا کی رَو کا مطالعہ کریں کہ دنیا کدھر جارہی ہے۔ جدھر وہ غلطی سے چل رہی ہو ہمارا فرض ہے کہ ہم اس کو ادھر سے لوٹائیں۔ قبل اس کے کہ دنیا کو اس غلطی میں پڑے ہوئے صدیاں گزر جائیں اور ہم متوقع رہیں کہ تجربہ کے بعد خود اسلام کی صداقت کو مان لیں گے۔ کیونکہ اگر اسی طرح انتظار کیا جائے تو اور واقعات ہوسکتے ہیں جو ان غلطیوں سے نکلنے کے بعد دوسری غلطیوں میں دنیا کو ڈال سکتے ہیں۔ علاوہ اس کے جو عادات گھر کر جائیں ان کا چھوڑنا مشکل ہوتا ہے۔ اور اگر خدا کی طاقت مدنظر نہ ہو یا خدا تعالیٰ اپنے خاص تصرف کے ماتحت تغیر نہ پیدا کردے تو بالکل ہی ناممکن ہوتا ہے۔

پس اسلام نے عورتوں کو حقوق دیئے ہیں اور مناسبت سے دیئے ہیں اور بعض تعلیمات میں اسلام نے عورتوں کے بارے میں پہلے مذاہب سے اختلاف کیا ہے مثلاً پردہ ہے اسلام سے قبل جس قدر مذاہب ہیں ان کی تاریخ بتاتی ہے کہ ان میں پردہ نہ تھا یا جیسے اسلام میں ہے ایسا نہ تھا۔ مثلاً یہود، عیسائی، ہندو، بدھ، زرتشتی وغیرہ اقوام کی پرانی تاریخیں بتاتی ہیں کہ اول ان میں پردہ نہ تھا اگر تھا تو اس رنگ میں نہ تھا مثلاً ان اقوام میں اسی قسم کے پردے کا پتہ لگتا ہے کہ عوام سے تو پردہ ہے مگر دربار کے امراء سے پردہ نہیں۔ مگر اسلام میں کسی حد تک تنگی ہے

اسلام میں ہم دیکھتے ہیں کہ عورت کے حقوق انسانیت میں کوئی کمی نہیں کی گئی بلکہ مساوات رکھی ہے۔ مرد سے کوئی فرق نہیں رکھا۔ تمام معاملات میں برابری دی مگر بعض اور تعلقات ہیں جو انسانیت کے علاوہ اجتماعی حیثیت سے پیدا ہوتے ہیں۔ فرداً فرداً عورت کے حقوق مساوی ہیں مگر اجتماعی حیثیت میں نظام کے قیام کے لئے بعض حقوق عورتوں سے لے لئے گئے کیونکہ جب ایک صف میں کچھ لوگوں کو کھڑا کیا جائے گا تو نظام چاہتا ہے کوئی اول ہو کوئی آخر ورنہ صف نہیں بن سکتی۔ فرداً فرداً ہر شخص میں مساوات ہے۔ مگر قطار میں وہ باقی نہیں رہتی اسی طرح اسلام نے حقوق کے بارے میں کہا ہے کہ انفرادی حیثیت میں مرد و عورت کے حقوق مساوی ہیں مگر اجتماعی حیثیت میں کمی بیشی کی ہے۔ دنیا نے اس کو اب سمجھا ہے مگر اسلام نے اس کو پہلے سے سمجھ لیا تھا۔ مگر افسوس ہے کہ مسلمان اب تک غافل رہے ہیں۔ جہاں تک انفرادی حیثیت کا تعلق تھا وہ بیان کرتے تھے۔ مگر اجتماعی حیثیت میں جو کمی بیشی ہے اس کی حکمت کو نہیں سمجھ سکتے کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ انفرادی طور پر ہر شخص مرد ہو کہ عورت مساوات رکھتا ہے لیکن جب وہ اجتماعی حیثیت میں آئے گا تو ایک کو اول اور دوسرے کو دوم ہونا پڑے گا۔ اب یہ رَو چلی ہے۔ اور اب جب کہ عورتیں بھی لاکھوں تعلیم یافتہ ہو گئی ہیں وہ سوال کرتی ہیں کہ مردوں میں کیا خصوصیت ہے کہ وہ ہم سے بڑھ کر ہیں۔

میں نے آج ہی اخبار میں ایک مضمون پڑھا ہے کہ ایک جگہ امتحان ہوا تمام بڑے بڑے انعام عورتوں کو ملے۔ ایک پادری نے اس بورڈ کی طرف اشارہ کر کے جس پر نام لکھے تھے کہا کہ وہ لوگ جو عورتوں کو مردوں کے مقابلہ میں کم درجہ کا خیال کرتے ہیں آئیں اور آنکھیں کھول کر دیکھیں۔ اگر میں وہاں ہوتا تو کھڑا ہو جاتا اور کہتا اے کاش مسیح زندہ ہوتا اور میں یہ بورڈ اس کے سامنے رکھ دیتا۔

قاعدہ ہے کہ جس چیز کو زور سے دبایا جائے وہ زور ہی سے ابھرتی ہے۔ عورتوں کی اب آنکھیں کھلنے لگی ہیں اور ان کے سامنے ہزاروں سال کی تاریخ ہے جس میں ان کو نظر آرہا ہے کہ مردوں نے عورتوں کے حقوق کو پامال کیا ہے اس لئے ان کے دل میں مردوں کی طرف سے ایک نفرت اور حقارت پیدا ہو رہی ہے اور جب نفرت کا جوش ہو تو عقل ماری جاتی ہے اور جائز و ناجائز کی تمیز اٹھ جاتی ہے۔ اس وقت یہاں تک بھی کہا جایا کرتا ہے کہ فلاں چیز کیوں ہمارا حق نہیں جو درحقیقت ان کا حق نہ ہو۔

مثلاً اسلام نے پردہ رکھا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ غیر مردوں سے مصافحہ نہ کیا جائے۔ اب اگر عورتیں آگے نکل گئیں اور جیساکہ وہ اس ذلت سے نکل رہی ہیں ان حدود سے بھی جو صحیح ہیں باہر ہو گئیں تو دنیا کی نصف آبادی کو حد اعتدال پر لانا مشکل ہو گا۔ میرے نزدیک اگر ہم یہ باتیں منوالیں تو اسلام کی صداقت اسی طرح ثابت ہو سکتی ہے جس طرح ایک اور ایک دو۔

پس یہ تمدنی روک ہے جو اسلام کے راستے میں حائل ہو رہی ہے۔ جہاں بعض باتوں میں دنیا اسلام کے قریب آرہی ہے وہاں بعض میں دور سے دور ہوتی جارہی ہے کیونکہ جب دنیا کے ایک حصہ نے دیکھاکہ اس کے حقوق سختی سے پامال کئے گئے ہیں تو وہ ضد میں آگیااور ان حدود سے نکل گیا جو جائز طور پر اس کے لئے مقرر ہیں اور اگر یہ خیال کیا گیاکہ دنیا تجربہ کے بعد درستی کی طرف آجائے گی تو میں نے بتایا ہے کہ اول تو ہزارہا سال چاہئیں اور پھر یہ بھی ہو گا کہ اتنے عرصہ میں اور غلطیاں پیدا ہو جائیں گی۔ تو یہ طاقتیں ہیں جن کا ہم نے مقابلہ کرنا ہے مگر ابھی لوگ اس کو نہیں سمجھتے۔

خود ہماری جماعت میں جو عورتیں پڑھی لکھی ہیں اور بیرونی کتابوں اور اخباروں کو پڑھتی ہیں وہ سوال کرتی ہیں کہ ہمارے حقوق کیا ہونے چاہئیں اور بعض اوقات ان کی باتیں اسلام کی تعلیم کی مخالف ہو جاتی ہیں۔ میری عادت ہے کہ میں اپنی بیوی کو چھیڑ کے طور پر جوش پیدا کرنے کے لئے اور اسلامی تعلیم پر پختہ کرنے کے لئے کہا کرتا ہوں کہ عورتوں میں یہ نقص ہے یہ نقص ہے تاکہ وہ اس کے مقابلہ میں دلائل پیش کریں۔ چنانچہ وہ بیان کرتی ہیں اور میں ایک ایک کرکے ان کی دلیلوں کو توڑتا ہوں تاکہ وہ تعلیم اسلام پر پختہ ہو جائیں۔ پس ہماری جماعت کے لوگوں میں بھی پرانے زمانے کا یہ اثر چلا آتا ہے کہ وہ عورتوں کے جائز حقوق میں تنگی کرتے ہیں جس کا نتیجہ اچھا نہیں ہو سکتا۔ حضرت صاحب نے اس بات کو ابتداء میں ہی سمجھ لیا تھا۔ ایک سٹیشن کے پلیٹ فارم پر اپنی بیوی (میری والدہ) کو ساتھ لئے ہوئے ٹہل رہے تھے مولوی عبدالکریم صاحب خواہ مولوی تھے مگر پچھلے زمانہ کے اثر کے ماتحت تھے۔ حضرت مولوی صاحب (خلیفۃ المسیح الاول) سے کہنے لگے کہ دیکھو حضرت صاحب یوں پھرتے ہیں مخالف اعتراض کریں گے ہماری ناک کٹ جائے گی ہم کیا جواب دیں گے آپ جاکر روکیں۔ حضرت مولوی صاحب نے فرمایا کہ میں نہیں جاتا آپ خود چلے جائیں۔ چنانچہ مولوی عبدالکریم صاحب گئے اور حضرت صاحب کو آواز دے کر کہا کہ حضرت لوگ ہم پر اعتراض کریں گے اور ہم اس کا کیا

جواب دیں گے ہماری ناک کٹ جائے گی۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ مولوی صاحب کیا آپ نے نبی کریم ﷺ کے متعلق نہیں پڑھا کہ آنحضرت ﷺ حضرت عائشہؓ کے ساتھ صحابہؓ کے سامنے دوڑے تھے۔ ۵؎ اور فرمایا کہ یہ شریعت کا مسئلہ ہے اگر آپ کی ناک کٹتی ہے تو چلے جائیں۔ مولوی صاحب خاموش ہو کر واپس چلے گئے۔ حضرت مولوی صاحب نے پوچھا کہ بتاؤ کیا جواب ملا۔ مولوی صاحب خاموش تھے۔

پس پورے حقوق دیئے جائیں اور جو ناجائز ہیں ان کو روک دیا جائے اگر اس قسم کی ایک دو یا سینکڑوں مثالیں پیدا ہو جائیں تو پھر فوراً دنیا کی توجہ ادھر ہو جائے گی۔ ورنہ اب یورپ کی عورتیں آتی ہیں اور مشرقی عورتوں کو اندر بند دیکھتی ہیں تو وہ اس کو عیسائی مذہب کی فتح کے طور پر پیش کرتی ہیں حالانکہ یہ عیسائیت کی تعلیم نہیں ہوتی بلکہ سول لائزیشن (CIVILIZATION) کا نتیجہ ہوتا ہے مگر چونکہ مغرب سے وہ آتی ہیں اس لئے عیسائیت ہی کی تعلیم خیال کی جاتی ہے۔

پس عورتوں کو اسلام نے حقوق میں مساوات دی ہے مگر انفرادی طور پر اور اجتماعی حیثیت کے قیام کے لئے بعض حقوق لئے ہیں۔ جیسا کہ ہر شخص کا قدرتی حق ہے کہ جس جگہ چاہے جائے مگر حکومتیں نظام کے قیام کے لئے بعض روکیں قائم کر دیتی ہیں۔ اسی طرح عورتوں سے ان کے بعض حقوق قیام نظام کے لئے لئے گئے ہیں یعنی ان کے حقوق کو تسلیم کر کے ان سے لیا گیا ہے۔

میں نے کشمیر میں عورتوں کی وہ بری حالت دیکھی ہے جس کی حد نہیں۔ پردے کے بارے میں تو یہاں تک آزادی کہ ناف تک چھاتی ننگی جو یورپ کی عورتیں بھی نہیں رکھتیں اس کی وجہ یہ ہے کہ پاجامہ وہ پہنتی نہیں اور کرتا لمبا پہنتی ہیں جس کو اٹھا نہیں سکتیں۔ گریبان لمبا رکھتی ہیں۔ اسی سے بچے کو دودھ پلاتی ہیں گویا ایک آفت سے دوسری آفت آتی ہے۔ اس کے مقابلہ میں غلامی کا یہ حال ہے کہ عورت کو کھانے پینے کی چیزوں تک یہ اختیار نہیں۔ اس ملک میں تو یہ بات نہیں دیکھی مگر وہاں یہ عجیب بات دیکھی ہے۔ ایک احمدی دور کے علاقہ سے آیا اور جلد واپس جانے لگا۔ جب پوچھا کہ کیوں جاتے ہو تو کہنے لگا کہ میں چاول تول کر گھر دے آیا تھا اگر میں نہ جاؤں تو گھر والے فاقہ رہیں گے۔ اور یہ عام رواج ہے۔ اگر وہاں عورتوں کو ان کی اسی حالت کی طرف توجہ دلانے والا کوئی ہو تو وہ بہت جلد اسلام کو چھوڑ سکتی ہیں لیکن اگر

اسلام کے دیئے ہوئے حقوق ان کو دیئے جائیں اور باخبر لوگ ان میں اس تعلیم کو پھیلائیں تو وہ اس غلامی کی حالت سے نکل سکتی ہیں۔ تو یہ اہم سوال ہے جو قابل غور و توجہ ہے کہ عورتوں کو شریعت کے مطابق حقوق دیئے جائیں اور ناجائز آزادی سے روکا جائے۔

اور بھی مسائل ہیں جو اسلام کے راستہ میں روک ہیں مثلاً سپرچولزم (SPIRITUALISM) اور سوشلسٹ موومنٹ وغیرہ۔ مگر یہاں اسی کا تعلق ہے۔ چونکہ نکاح کا موقع ہے اس لئے میں اس پر اپنی جماعت کو توجہ دلاتا ہوں۔

(الفضل ۷۔ نومبر ۱۹۲۱ء صفحہ ۶ تا ۸)

[1] فریقین کا تعین نہیں ہو سکا۔
[2] ابو داؤد کتاب الجهاد باب السبق على الرجل